حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کا مجموعہ

مواعظ اشرفیہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۂ تھانوی دفتر رسالہ الابقاء
مولوی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ کراچی ۱
فون: ۷۷۷۶۲۰، ۷۷۰۰۹۴، ۷۷۷

آپ کی ملت کا بوجہ تناسب لقب ہے جس میں حکمت ترغیب ہے تمام اہل ملل کی اس ملت کے اختیار کرنے پر کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کی جلالت متفق علیہ تھی اس لئے اتباع ابراہیم نہیں فرمایا اسی طرح بعد ذکر انبیاء علیہم السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطاب کیا گیا ہے فبھداھم اقتدہ (پس آپ بھی ان کے طریق پر چلئے) یوں نہیں فرمایا فبھم اقتدہ (آپ ان کی اقتداء کیجئے) پس ھداھم سے مراد ھدی اللہ ہے۔ اس کو ملابست کے سبب ھداھم فرمادیا یہ سب تمہید تھی مقصود کی اور خلاف امید تمہید میں زیادہ وقت گذر گیا اب میں مقصود کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مقصود یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے کیا سبق ہم کو حاصل کرنا چاہیے تو سمجھئے کہ معراج کی حقیقت کیا ہے۔ لوگ معراج اس کو سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ عروج آسمانی حقیقت معراج نہیں بلکہ صورت معراج ہے اور اُس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ صورت آپ کے کمالات میں سے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حقیقت معراج اسی صورت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا تحقق دوسری صورتوں سے بھی ہو سکتا تھا گو جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق ہوئی ہے وہ سب سے افضل واکمل ہے اور آپ معراج کی حقیقت صورت دونوں کے جامع ہیں اور یہاں سے اُن لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہیں سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا ثابت ہے اور بیت المقدس تک تشریف لیجانا تو نص قرآنی سے ثابت ہے جس کا انکار بلا تاویل کفر ہے اور بتاویل بدعت۔ ان منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو عقلی ہیں کچھ نقلی۔ عقلی دلائل تو یہ ہیں کہ اس سے افلاک میں خرق والتیام لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں اور جب وہ دلائل پیش کریں گے اس وقت ان شاء اللہ ہم اُن سب کا لغو و باطل ہونا ظاہر کردیں گے چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہو چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا قصہ احادیث میں آتا ہے کہ آپ اتنے جلدی سیر سماوات سے فارغ ہو کر

واپس آگئے کہ صبح بھی نہ ہونے پائی تھی یہ محالات سے ہے کہ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک آپ سیر کر آئیں اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں ہو جائے ہم کہتے ہیں کہ اس میں استحالہ کی کیا بات ہے ہاں استبعاد ہو سکتا ہے سو وہ بھی بطور الزام کے اس طرح مدفوع ہے کہ تمہارے نزدیک زمانہ حرکت فلک الافلاک کا نام ہے۔ چنانچہ رات اور دن کا آنا طلوع و غروب کا ہونا یہ سب حرکتِ فلک سے مرتبط ہے اگر حرکت فلک موقوف ہو جائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہیگا اگر رات موجود ہوگی رات ہی رہے گی، دن موجود ہوگا دن ہی رہے گا تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کے لئے موقوف کر دیا ہو اور اس میں کچھ تعجب نہیں معزز مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے دنیا میں بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسروں کا چلنا بند کر دیا جاتا ہے ہم جب حیدرآباد گئے تو ایک دن دیکھا کہ پولیس کے سپاہی لوگوں کو سڑک پر چلنے سے روک رہے ہیں اس وقت سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی سواری نکلنے والی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو اُس رات کچھ دیر کے لئے بند کر دیا ہو کہ جو چیز جہاں ہے وہیں رہے۔

پس آفتاب جس جگہ تھا اسی جگہ رہا اور ستارے جہاں تھے وہیں رہے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہ پایا اس میں کیا استبعاد ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے فارغ ہو گئے پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہو گئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکتِ فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہوگی تو آپ کی سیر میں چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو مگر دنیا والوں کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات میں ہوا کیونکہ حرکتِ زمانہ اس وقت موقوف ہو چکی تھی اب اگر کوئی دوامِ حرکتِ فلک کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لزوم کو ثابت کرے ان شاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہ کر سکے گا۔ دوسرا عاشقانہ جواب اس اشکال کا مولانا نظامی نے دیا ہے ؎

تن اوکہ صافی تر از جان ماست اگر آمد وشد بیک دم رواست

(آپ کا جسم ہماری روح سے صاف تر ہے ایک گھڑی میں آمد و رفت صحیح ہے)

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے، چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہونچ جائے گا۔ خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے وہ مادیات کی طرح کثیف نہیں اس لئے اس کی سیر میں کوئی حاجت و مانع نہیں ہوتا تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے جب خیال ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہونچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش تک ذرا سی دیر میں آئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ایک دلیل عقلی فلاسفہ جدید پیش کیا کرتے ہیں کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلا ہے اس میں ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ اس میں سے اگر گذرتے تو زندہ کیسے رہتے مگر انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس التزام کے یہ اس وقت ہے جب متنفس کو اس میں کچھ مکث بھی ہو چنانچہ آگ کے اندر سے اگر جلدی جلدی ہاتھ کو نکالا جاوے تو آگ کا اثر نہیں ہوتا۔

پس آپ اگر نہایت سرعت کی ساتھ اس خلا میں سے گذر جائیں تو وہ عدم تنفس میں موثر نہ ہوگا اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے وَاللّٰہِ مَا فُقِدَ جَسَدُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی لَیْلَۃِ الْاِسْرَاءِ کہ بخدا شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود یعنی غائب نہیں ہوا اس کا جواب بعض لوگوں نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کہاں تھیں (نیز اس وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہوں اور اگر معراج ۵ھ نبوت میں ہوئی ہو جیسا کہ زہری کا قول ہے تو وہ اسی سال پیدا ہوئی ہوں گی ۱۲ جامع)

اس لئے اجلۂ صحابہ کی روایت اس واقعہ میں ان کی روایت سے مقدم ہے۔

مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے بے تحقیق ایک بات فرمادی ہم حضرت صدیقہ پر یہ گمان نہیں کرسکتے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہوسکتی ہے۔ یہ مانا کہ وہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود نہ تھیں اور کم سن بھی تھیں مگر جو بات وہ فرما رہی ہیں وہ تو عقل و بلوغ کے زمانہ میں ان سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت میں وہ بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں فرماسکتیں یقیناً تحقیق کے بعد فرما رہی ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہوں کیونکہ معراج میں تعدد ہے تو پھر کچھ بھی مضر نہیں۔

میرے ذہن میں اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہیں، ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہو جانا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر ندا کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے ساتھ زیادہ ظاہر ہیں۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ساری رات میں اپنے گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے وہیں رہے۔ تاکہ اس سے معراج منامی یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو۔

عہ قلت نص البغوی فی تفسیرہ ماذا تفقدون ما الذی ضل عنکم والفقد ان ضد الوجدان اھ وکذا نص فی الخازن بان الفقدان ضد الوجود اھ (ص ۲۴۶ ج ۳) وکذا نص فی القاموس فقدہ یفقدہ فقدا نا وفقودا عدمہ فھو فقید ومفقود اھ (ص ۲۰۱ ج ۱) ولم اجد الفقود ا بمعنی التفقد بعد ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ ۱۲ جامع۔ احقر اشرف علی کے ذہن میں اس حاشیہ کو دیکھ کر ایک تاویل آئی تھی جس کو حاشیہ آئندہ میں ظاہر کر دیا گیا ۱۲

عہ اور اگر فقدان کے وہی معنی لئے جائیں جو متبادر ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شب

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)